منتخب کلام
سراج الدین ظفرؒ
انتخاب
خورشید ربانی

انتخاب

خورشید ربّانی

نیشنل بک فاؤنڈیشن
اسلام آباد

نگران	:	پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید
انتخاب	:	خورشید ربانی

اشاعت	:	مئی، 2016ء
تعداد	:	1000
کوڈ نمبر	:	GNU-567
آئی ایس بی این	:	978-969-37-0936-0
طابع	:	نسٹ پریس، اسلام آباد
قیمت	:	-/100 روپے

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی مطبوعات کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ:
ویب سائٹ: http/www.nbf.org.pk یا فون 92-51-9261125
یا ای میل: books@nbf.org.pk

فہرست

انتخاب کلام

پیش لفظ

بیسویں صدی میں جن غزل نگاروں نے اپنے منفرد رنگِ سخن کے ساتھ قبولِ عام حاصل کیا ان میں ایک اہم نام سراج الدین ظفر کا بھی ہے۔

سراج الدین ظفر نے خیام اور حافظ کی طرح رندی و سرمستی کے مضامین کو اُردو میں برتا اور خمریات کی شاعری میں ریاض خیر آبادی اور عدم کی روایت کو آگے بڑھایا۔ جام و پیمانہ اور مے و میخانہ اور ان کے متعلقات کے نئے معانی وضع کرنے اور تراکیب سازی میں جدت اُن کی نمایاں خصوصیات رہی ہیں۔ اس اہم شاعر کی دو کتابیں (شعری مجموعے) قریباً پانچ دہائیاں قبل شائع ہوئی تھیں لیکن بوجوہ تاحال اُن کی دوبارہ اشاعت عمل میں نہیں آئی۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن نے ''رنگِ سخن سیریز'' کے عنوان سے بنائے گئے منصوبے کی بنیاد پر مقبول اور اہم شعراء کے منتخب کلام پر مبنی ''اسمارٹ بکس'' شائع کرنے کا آغاز کر دیا ہے جس کے تحت میرؔ، غالبؔ، آتشؔ،

مصحفی، مومن، اصغر گونڈوی، حسرت موہانی اور دیگر شعراء کا کلام شائع کیا جارہا ہے۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

سراج الدین ظفر کے کلام کا انتخاب معروف شاعر خورشید ربانی نے ترتیب دیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر کتب کی طرح یہ انتخاب بھی پسند کیا جائے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید
(پرائڈ آف پرفارمینس)
مینیجنگ ڈائریکٹر

سراج الدین ظفر

سراج الدین ظفر ایک صاحبِ اسلوب شاعر تھے۔ ان کی لفظیات، مرکبات سے لے کر طرزِ احساس تک سب سے جدا ہیں۔ اسی لیے انہیں حافظ اور خیام کی آواز کہا جاتا تھا۔ سراج الدین ظفر کی ابتدائی شاعری بالخصوص نظموں پر اقبال کے اثرات نمایاں ہیں تاہم ان کے پہلے مجموعہء کلام ''زمزمہ حیات'' میں شامل رباعیات نے ان کی مستقبل کی شاندار اور منفرد غزل کے مزاج اور اندازِ بیان کی نشان دہی کر دی تھی۔

11

سراج الدین ظفر ۲۵ مارچ ۱۹۱۲ء کو جہلم کے ایرانی النسل گکھڑ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میاں عبدالقادر ریلوے میں انجینئر تھے جب کہ دادا میاں فضل الدین گکھڑوں کی ایک شاخ اسکندرال کے سربراہ تھے۔ اُن کے نانا مولوی فقیر محمد فاضل دیوبند معروف صحافی اور ''سراج الاخبار'' جہلم کے مالک و مدیر تھے اور والدہ زینب عبدالقادر پاکستان کی معروف افسانہ نگار رہی ہیں۔ معروف اداکارہ ردانہ بٹ ان کی بھانجی ہیں۔

سراج الدین ظفر نے ۱۹۲۸ء میں میٹرک کیا، ۱۹۳۰ء میں ایف سی کالج لاہور سے ایف اے کرنے کے بعد انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لاء کالج سے ۱۹۳۳ء میں بی اے جبکہ ۱۹۳۵ء میں ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی انہیں ہوابازی کا شوق تھا اور اسی شوق نے انہیں ۱۹۳۰ء میں غیر منقسم ہندوستان کا پہلا نوعمر لائسنس یافتہ مسلمان ہواباز بنادیا۔ انہوں نے پیشہ ورانہ زندگی کی ابتداء وکالت سے کی لیکن کچھ ہی عرصہ میں انہوں نے جنگ عظیم دوم کے دوران ائرفورس میں کمیشن حاصل کرلیا اور وکالت کو خیرباد کہہ دیا۔ وہ ۱۹۵۰ء میں فضائیہ سے سبکدوش ہوئے اور معروف پبلشر فیروز سنز سے وابستہ ہوگئے۔ سراج الدین ظفر ۱۹۵۲ میں انجمن ناشران وتاجران کتب کراچی کے صدر جب کہ ۱۹۵۶ء میں کراچی بک سیلز ایسوسی ایشن کے صدر منتخب کر لیے گئے۔ ۱۹۵۷ء میں جسٹس آف پیس بنے اور ۱۹۶۰ء میں کراچی فلم اینڈ سنسر بورڈ کے ممبر نامزد ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں انہیں پاکستان بک سیلرز ایسوسی ایشن کراچی زون کا صدر جب کہ اسی سال بک سنٹر آف پاکستان کا ممبر بنادیا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں انہیں تمغہء خدمت سے نوازا گیا جبکہ ادبی خدمات پر ۱۹۶۹ء میں انہیں شعری مجموعہ ''غزال وغزل'' پر آدم جی ایوارڈ عطا کیا گیا۔ سراج الدین ظفر نامور شاعر سیماب اکبرآبادی کے عقیدت

مندوں میں شامل تھے۔ انہوں نے ۶ مئی ۱۹۷۲ء کو کراچی میں انتقال کیا اور وہیں سپرد خاک کیے گئے۔

سراج الدین ظفر کی شادی ۱۹۳۴ء میں فیروز سنز کے بانی مولوی فیروز الدین کی صاحبزادی بشیرہ فیروز سے ہوئی۔ خدا نے انہیں دو بیٹیوں ناہیدہ، سلمہ اور ایک بیٹے طارق ظفر سے نوازا۔ چھوٹی بیٹی سلمہ اُن کی زندگی ہی میں اپنے شوہر کیپٹن مظہر احمد کے ساتھ ۱۹۶۳ء میں انڈونیشیا کے دورہ کے دوران جہاز کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئی تھیں۔

ان کی تخلیقات میں زمزمۂ حیات، غزال وغزل (شعری مجموعے) آئینے اور جمعیت الاقوام پر ایک نظر (نثری تصانیف) شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جو کتب مرتب کیں اُن میں نقوش ادب، صحیفۂ ادب اور تاریخ ہند و پاک کافی معروف ہوئیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے درجنوں درسی کتابیں بھی تصنیف و مرتب کیں۔ انہوں نے اردو کے ساتھ ساتھ انگلش میں بھی شاعری کی۔ ان کی شاعری کے مجموعے اشاعتِ اوّل کے بعد تادمِ تحریر دوسری بار شائع نہ ہو سکے مگر ان کی شاعری کا کمال اور مقبولیت دیکھیے کہ سنجیدہ ادبی حلقوں میں گزشتہ قریباً پانچ دہائیوں سے ان کی کتب کی فوٹو کاپیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔

سراج الدین ظفر کی غزل کے نمایاں اوصاف میں نشاط انگیزی

اور خوش آہنگی شامل ہیں۔ بادہ و جام و مینا اور رندی و سرمستی کی شاعری میں وہ ریاض خیر آبادی اور عدم کے رنگِ سخن سے جڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس روایت کو ثروت مند کیا ہے۔ انہوں نے غالب کی طرح اپنے شعر کی بنیاد لفظ کے بجائے خیال پر رکھی اور جس قدر چست اور مضبوط بندش کے ساتھ شعر کہا اس کی مثال کم کم ہی ملتی ہے۔ ان کی زبان فارسی آمیز تو ہے لیکن فارسی زدہ نہیں۔ انہوں نے اردو شاعری کو کئی نئے مرکبات بھی عطا کیے۔

سراج الدین ظفر کا کلام حافظ اور خیام کی یاد تازہ کرتا ہے۔ رند مشربی، جام و سبو، بادہ و میکدہ اور حسن پرستی سراج الدین ظفر کے تخلیقی مزاج میں شامل تھے۔ شراب، ساغر، خمار اور دیگر متعلقہ تلازمات کو انہوں نے معنویت کی سطح پر نئے ذائقے سے روشناس کرایا۔

اپنی شاعری کے بارے سراج الدین ظفر نے غزال و غزل کے دیباچہ میں لکھا ہے:

> "میرا شوق الفاظ کے لغتی معانی کا اسیر نہیں۔ یہ انہیں اپنے وضع کردہ معانی دیتا ہے۔ الفاظ میرے شوق کے روبرو معانی کی پازیب پہن کر رقص کرتے ہیں اور لغتی معانی کو روندتے چلے جاتے ہیں۔ دیر و حرم، شاہد و گل،

مے و میخانہ، غزال وغزل، زلف وگیسو سب میرے شوق
کے استعارے ہیں، وہ استعارے جو شوق کی مختلف
کیفیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔"

سراج الدین ظفر نے نعت بھی کہی اور اس میں بھی اپنے رنگ رندی و سرمستی کو برقرار رکھا۔ سراج الدین ظفر کی شخصیت بھی ان کی شاعری کی طرح منفرد اوصاف کی حامل تھی۔ بہت محبت کرنے انسان تھے، نہایت شفیق، ملنسار، دوست دار اور مہمان نواز ایسے کہ لوگ ان کی مثالیں دیتے۔ اس حوالے سے معروف شاعر احسان دانش لکھتے ہیں:

"سراج الدین ظفر خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ میں نے ان کی علم پروری، دوست نوازی اور مہمان نوازی کے متعلق سنا بھی ہے اور کچھ مشاہدات بھی ہیں۔ وہ اپنے احسانات کو کبھی تذکرۃً بھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ خدا کے یہاں ایسے صاف دل اور مخلص بندے کے لیے بہشت موجود ہے"۔ (مجلہ بیاد سراج)

سراج الدین ظفر سے میرا پہلا تعارف کالج کے زمانہ میں ان کی نظم لاجونتی کے ذریعہ ہوا۔ ان کی مذکورہ نظم ایک شعری انتخاب کا حصہ تھی جس نے پہلی نظر میں ہی مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ بعد ازاں جب

میں اسلام آباد آیا تو برادرم اختر رضا سلیمی نے اُن کے کچھ غزلیہ اشعار سنائے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ ان کی کتابیں بازار میں دستیاب نہیں۔ میں جہاں بھی گیا، جس بھی محفل میں شریک ہوا اور جس بھی شاعر و ادیب سے ملا اس نے سراج الدین ظفر کا ذکر بہت محبت سے کیا اور ان کے کلام کی ستائش کی۔ اس صورتحال میں کہ جب لوگ سراج الدین ظفر سے اس قدر محبت کرتے ہیں، ان کا کلام پسند کرتے ہیں لیکن ان کی کتب مارکیٹ میں دستیاب نہیں، میرے دل میں اس انتخاب کی خواہش پیدا ہوئی تاکہ اردو کے اس بے بدل شاعر کے کلام سے جہاں اردو ادب کے طالب علم کو استفادہ کا موقع فراہم کیا جائے وہیں عام قاری کی ان کے کلام تک دسترس بھی آسان بنائی جائے۔ میری اس خواہش کی تکمیل کو پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید ایم ڈی، نیشنل بک فاؤنڈیشن کے تعاون نے یوں ممکن بنایا کہ انہوں نے اُردو کے اہم شعراء کے منتخب کلام پر مشتمل کتب شائع کرنے کا منصوبہ شروع کیا ہے، جس کے تحت یہ کتاب بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ اس کرم فرمائی پر میں ان کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

خورشید ربانی

سراج الدین ظفر...... شخص اور شاعر

اُردو غزل مختلف ادوار میں محبوب بھی رہی ہے اور معتوب بھی لیکن گرم و سردِ زمانہ سے گزر کر جس طرح غزل آج بھی زندہ ہے اور یقیناً رہے گی اس کی مثال کوئی دوسری صنفِ سخن پیش نہیں کرسکتی۔ غزل جس قدر عام ہے اسی قدر اس میں انفرادیت کا پیدا کرلینا دشوار ہے۔ جو شعراء اس معیار پر پورے اترے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ بیسویں صدی کے ہر عشرے میں کچھ منفرد غزل گو ضرور رہے ہیں۔ انہی میں ایک سراج الدین ظفر بھی تھے۔

سراج الدین ظفر سے مجھے ذاتی طور پر بھی ملاقاتوں کا شرف حاصل تھا اور ان کی شاعری کو مشاعروں میں سنا اور رسائل و جرائد میں پڑھا بھی ہے۔ اس لیے میں شخص اور شاعر دونوں اعتبار سے ان کے بارے میں کچھ عرض کرسکتا ہوں۔ سراج الدین ظفر نوجوانی میں گریجویشن کے بعد فضائیہ میں ملازم ہو گئے تھے۔ ان کی والدہ خود بھی مصنفہ تھیں۔ فضائیہ سے الگ ہونے کے بعد سراج الدین ظفر نے شعر و ادب

میں زیادہ دل چسپی پیدا کر لی۔ ابتداء میں ان کا ایک مختصر شعری مجموعہ ''زمزمہء حیات'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ ظفر مشہور اشاعتی ادارے فیروز سنز کے ایک منتظم بھی تھے۔ وہ مولوی فیروز الدین کے داماد تھے اور کراچی میں شوروم کی دیکھ بھال انہی کے ذمے تھی۔ وہ ایک خوش اخلاق، خوش پوش اور خوش فکر شاعر تھے۔ مزاجاً جوش ملیح آبادی، اختر شیرانی، سعادت حسن منٹو اور عبدالحمید عدم کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اصولی انسان تھے لیکن سخت گیر نہیں۔ عموماً کالج اور جامعات کے طلبہ یا مشاعروں کے دیگر منتظمین جب انہیں مدعو کرتے تھے تو بعض دوسرے شعراء کی طرح نہ وہ اپنی آمد کے لیے شرائط طے کرتے تھے اور نہ بے جا اہمیت جتانے کی کوشش کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہمیشہ ٹیکسی کر کے مشاعرہ گاہ پہنچ جاتے تھے۔ اور کرایہ خود اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔

سراج الدین ظفر علم نجوم میں خاص دسترس رکھتے تھے۔ ایک بار 1954-1955ء میں انہوں نے میرا بھی زائچہ تیار کیا تھا۔ بعض باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا تھا کہ آپ کسی ایسے ذریعۂ اظہار سے وابستہ ہوں گے جو نہ فلم ہوگی اور نہ اسٹیج لیکن ہوگا پردہ ہی سے متعلق کوئی کام۔ ان دنوں ٹیلی وژن کا دور دور پتا نہ تھا لیکن جب میں پہلی بار ٹی وی کے ایک پروگرام

میں شریک ہوا تو ان کی بات یاد آئی۔ خود اپنے لیے ان کا مصرعہ تھا۔

کیا قیامت ہے نویں میں راہو

پھر بعض غزلوں میں نجوم کی اصطلاحیں بھی نظم کر دیتے تھے۔

شب قصرِ ہفتمیں پہ جو ردِ زُحل ہوا

ہم مے کشوں سے عقدِ عروسِ غزل ہوا

سراج الدین ظفر کے داماد اور بیٹی انڈونیشیا کے لیے عازم سفر ہوئے تو ظفر نے انہیں روکنا چاہا اور نجوم کے حساب سے اس سفر کو نجس قرار دیا۔ لیکن دونوں کو ملازمت کے سلسلے میں جانا ضروری تھا۔ اس لیے روانہ ہو گئے لیکن کچھ دیر کی پرواز کے بعد یہ طیارہ تباہ ہو گیا اور بیٹی اور داماد جاں بحق ہو گئے۔

سراج الدین ظفر کا کلام حافظ، خیام اور جوش ملیح آبادی کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ رند مشربی، جام و سبو، بادہ و میکدہ، حسن پرستی اور مفکرانہ اظہارات ظفر کے تخلیقی مزاج کا حصہ تھے۔ شراب، ساغر، خمار اور دیگر متعلقہ تلازمات ان کی تمام تر شاعری میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے نعت کہی تو اس میں بھی اپنے ڈکشن کا اہتمام برقرار رکھا:

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفےٰ کی طرح

سراج الدین ظفر نے بادہ و ساغر، جام و مینا کے تلازمات کثرت سے استعمال کیے ہیں لیکن کہیں بھی یکسانیت کا شکار نہیں ہوئے۔ان کے شعری مجموعے ''غزال و غزل'' اور ''زمزمۂ حیات'' ان کی زندگی میں ہی دیدہ زیب انداز میں شائع ہوئے تھے۔غزال بھی ان کی شاعری کا اہم استعارہ تھا۔ان کے کلام کا اندازہ ان چند اشعار سے بھی ہو جائے گا۔

○

فرشِ گل بچھوائیں ، رنگ و بو کی ارزانی کریں
آؤ بلقیسانِ دوراں سے سلیمانی کریں
واعظانِ شہر ہیں سب آدمیت کے مزار
لاصراحی ، ان مزاروں پر گل افشانی کریں

○

غمِ جہاں کہ بلا ہو گیا ہے سب کے لیے
مرے سپرد کرو اس کو ایک شب کے لیے

○

یوں زندگی پہ میری نظر ہے کہ جس طرح
اک جسمِ مرمریں کے نشیب و فراز پر

○

دن کو بحر و بر کا سینہ چیر کر رکھ دیجئے
اور شب کو پائے گل رویاں پہ سر رکھ دیجئے
خلوتِ شب میں جو درپے ہو زلیخائے بہار
ہم نہیں یوسف کہ عذرِ پاک دامانی کریں

رندی و سرمستی کے مضامین کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سراج الدین ظفر زندگی کے مسائل، انسان اور کائنات کے تعلق اور زندگی کے فکریاتی زاویوں سے بے نیاز تھے۔ ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ وہ غور و فکر کے عادی تھے اور مضمون سے مضمون اور بات سے بات پیدا کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ عمر خیام نے بھی رندی، سرشاری اور خمریاتی مضامین کو عزیز رکھا لیکن ریاضی اور نجوم میں بھی اسے کامل دست گاہ تھی۔ مومن خان مومن کی شاعری کا اساسی رخ عشقیہ ہے لیکن وہ بھی نجوم اور فلسفیانہ مباحث سے دل چسپی رکھتے تھے۔ سراج الدین ظفر نے بھی غزل کے پیرائے میں

فلسفہ، حکمت اور فکریاتی موضوعات کو سلیقے سے برتا ہے۔

دو گھونٹ مقرر ہوئے قسامِ ازل سے
مشکل تھا گذارا اسی تنخواہ میں کرتا
ملتی جو خدائی بھی تو، رکھنے کی نہ تھی چیز
تقسیم اسے یارانِ قدح خواہ میں کرتا

○

وقت اپنا زر خرید تھا ہنگامِ مے کشی
لمحے کو طول دے کے ابد ہم نے کر دیا
تسبیح کو سبو سے بدل کر خدا کو آج
بالاتر از شمار و عدد ہم نے کر دیا

سراج الدین ظفر کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اہم اور صاحبِ اسلوب شاعر نہیں۔ اب بھی ادبی حلقوں میں ان کے اشعار سنائے جاتے ہیں اور یہ شکوہ بھی کیا جاتا ہے کہ ''غزال و غزل'' کا نیا ایڈیشن کیوں شائع نہیں کیا جاتا؟

سراج الدین ظفر مرزا غالب کی طرح non.conformist کے اور روایتی اخلاق اور مصنوعی اور ریاکارانہ رویوں کے خلاف تھے.

ہم نہیں یوسف کہ عذرِ پاک دامانی کریں

ظفر نے آتش اور غالب کی زمینوں میں بھی اچھی غزلیں کہی ہیں اور اپنے اسلوب کے مطابق غزل کے ہر مصرع کو رواں اور چست رکھا ہے۔

ملتی نہ ہو وظائفِ رندانہ کو جو اوٹ
آگے قناتِ سبزۂ بیگانہ کھینچئے
ہمارے دوش پہ کھلتی جو تیری زلف تو ہم
نسیمِ صبح کے لہجے میں گفتگو کرتے

ظفر نے غالب ہی کی طرح اپنی غزلوں میں metaphysical conceits کا خوب صورت استعمال کیا ہے۔

اس سے ان کے کلام میں لفظی حسن کے ساتھ ساتھ معنوی تہہ داری بھی پیدا ہوگئی ہے۔ ظفر کا ناقدانہ رویہ افراد کے خلاف نہیں بلکہ اداروں کے خلاف ہے کیونکہ یہی منظم طور پر کسی منفی صورتِ حال کا محرک بنتے ہیں۔ کہیں کہیں طنزیہ انداز بھی کارگر ہو جاتا ہے۔

اصلاحِ اہلِ ہوش کا یارا نہیں ہمیں
اس قوم پر خدا نے اتارا نہیں ہمیں

سراج الدین ظفر کی زندگی کا آخری بڑا اور یادگار مشاعرہ وہ تھا جو

سکھر میں منعقد ہوا اور جس میں فیض احمد فیض، ظہیر کاشمیری، عبدالحمید عدم، ظہور نظر اور شاد امرتسری بھی شریک ہوئے تھے۔ سراج الدین ظفر ایک مہذب، شائستہ اور مجلسی انسان تھے۔ ان کے لیے میر کا یہ شعر ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

پروفیسر سحر انصاری

مشاہیر کی آراء

جوش ملیح آبادی

سراج الدین ظفر نہایت وجیہہ، بے حد شریف اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ ان میں آفاق گیر شاعری کی صلاحیت ہے۔ قدرت نے ان کو شاعر کبیر بن سکنے کا جوہر بڑی دریا دلی کے ساتھ ودیعت فرمایا ہے۔

حفیظ جالندھری

سراج الدین ظفر میری نظر میں اپنی دوسری خوبیوں کے علاوہ شعر وشاعری کے صاحب فن تھے۔ ان کا رنگِ سخن نشاط انگیز اور ولولہ خیز ہے۔ وہ اس ارضی حیات کی ہر انسانی واردات کو اپنے ذوق وشوق کے رنگ میں ڈبو کر شعر کی صورت میں بیان کر دینے پر قادر تھے۔ میری نظر میں اب ایسا دوسرا کوئی نہیں ہے۔

عبدالحمید عدم

آیئے آج آپ کو ایک منفرد، صاحب طرز، جواں فکر اور جواں خیال شہریارِ فن کی اقلیم سخن میں لے چلیں۔ یہ اقلیم چناروں، انگاروں، بہاروں، خماروں اور آبشاروں کے مترنم انفاس کی وہ جیتی جاگتی، جینے اور جگانے والی بستی ہے جس کی زندگی بخش ہوا میں پہنچتے ہی حوادثِ روزگار کا ہر ناقابلِ علاج چرکا چشم زدن میں شفایاب ہو جاتا ہے اور ایک علیل اور شکستہ خاطر زندگی از سرِ نو شاداب اور تابناک ہو جاتی ہے۔ اس اقلیم سخن کا راج کمار ایک ایسا دانائے راز اور مسیحا نفس انسان ہے جس کے نزدیک ''بیمار خیالی'' اور ''علیل فکری'' روحانی موت کے مترادف ہے۔ اس کے نزدیک زندگی نام ہے ایک جوان احساس، ایک صحت مند عرفانِ حُسن اور ایک چمکیلے آہنگ کا۔

نظیر صدیقی

بادہ و ساغر کے پردے میں مشاہدۂ حق کی گفتگو، ذات و کائنات کی طرف رندانہ رویہ، رندانہ بے نیازی کے پردے میں

ڈھکی ہوئی عارفانہ رازداری، بے خودی اور خود آگاہی کا امتزاج، سرمستی و سرشاری کی نشاط آور کیفیت، تراکیب کی خوش آہنگی اور الفاظ کی مرصع سازی غرض کہ وہ ساری خصوصیات جو حافظ کی غزل میں پائی جاتی ہیں، ظفر کی شاعری میں اپنا عکس دکھاتی ہیں۔

ڈاکٹر اے وحید

ان کا کلام قدامت خیالی کی وسعت اور تنوع کے اعتبار سے ادبی دنیا میں خاص وقعت کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔

صہبا اختر

اک سراپا ارمغاں ، بزمِ جہاں سے اٹھ گیا
ایک مطرب ، محفلِ نغمہ گراں سے اٹھ گیا
وہ ظفر جو حافظ و خیام کی آواز تھا
آج سنتے ہیں ہمارے درمیاں سے اٹھ گیا

(سراج الدین ظفر کی وفات پہ تاثرات)

منتخب کلام

سراج الدین ظفرؔ

نعت

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفٰےؐ کی طرح

قدح گسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینۂ دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح

وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچۂ ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح

طلسمِ جاں میں وہ آئینہ دارِ محبوبی
حریمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح

وہ جس کا جذب تھا بیداریِ جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح

وہ جس کا سلسلۂ جُود ابرِ گوہر بار
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح

سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح

خزاں کے حجلۂ ویراں میں وہ شگفتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضۂ بقا کی طرح

وہ عرش و فرش و زمان و مکاں کا نقشِ مراد
وہ ابتدا کے مطابق وہ انتہا کی طرح

بسیط جس کی جلالت حمل سے میزاں تک
محیط جس کی سعادت خطِ سما کی طرح

شرف ملا بشریت کو اُس کے قدموں میں
یہ مشتِ خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح

اُسی کے حسنِ سماعت کی تھی کرامتِ خاص
وہ اک کتاب کہ ہے نسخۂ شفا کی طرح

وہ حسنِ لم یزلی تھا تہِ قبائے وجود
یہ راز ہم پہ کھلا رشتۂ قبا کی طرح

بغیر عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح

ریاضِ مدحِ رسالتؐ میں راہوارِ غزل
چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح

نہ پوچھ معجزۂ مدحتِ شہِؐ کونین
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہما کی طرح

جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے ظفرؔ
دماغِ رِند ہوا عرشِ کبریا کی طرح

○

سبو سوئے یارِ گل اندام کرنا
اسے بھی مشرف بہ اسلام کرنا

مری خلوتوں کے نہ اسرار پوچھو
مناسب نہیں ہے انہیں عام کرنا

عزیزو جو کرنا گناہِ محبت
بہ کیفیتِ وجد و الہام کرنا

نہ لاؤ ہمیں وجد میں اے بہارو
یہ کیا پارساؤں کو بدنام کرنا

محبت کی دشواریاں ہم سے پوچھو
غزالوں کو آساں نہیں رام کرنا

ظفؔر ہم حریفانِ دیر و حرم ہیں
ہمارے ہر ارشاد کو عام کرنا

○

پھر زائچے نئے سرِ میخانہ کھینچیے
تحریرِ بخت پر خطِ پیمانہ کھینچیے

اس زلف کی ہو بات تو تشریح کے لیے
روحِ ہزار دفترِ افسانہ کھینچیے

دل میں خیالِ زہد اٹھائے جو سر کبھی
اس پر کمانِ ابروئے جانانہ کھینچیے

35

ملتی نہ ہو وظائفِ رندانہ کو جو اوٹ
آگے قناتِ سبزۂ بیگانہ کھینچیے

یہ شہر بھی ہے سلطنتِ دختِ برہمن
دل تک نشانِ حدِ بت خانہ کھینچیے

اُس انجمن میں ہم سے بنے اور کیا ظفرؔ
اس کے سوا کہ نعرۂ مستانہ کھینچیے

○

ہم دلِ زہرہ وشاں میں خالقِ اندیشہ ہیں
گو خراباتی سہی جبریل کے ہم پیشہ ہیں

پیرویِ واعظانِ شہر میں بزدل ہیں ہم
اور غزالوں کا تعاقب ہو تو شیرِ بیشہ ہیں

جانیے کیا کیا مدارج اور ابھی کرنے ہیں طے
ہم ابھی ذہنِ خداوندی میں اک اندیشہ ہیں

خشت و سنگِ ناتراشیدہ سے ابھرا خطِ حسن
میکساروں کی نگاہیں ہیں کہ ضربِ تیشہ ہیں

اے قبائے تنگِ خوباں کھول دے اسرارِ حق
ہم سے کیا پردہ کہ ہم آگاہ ریشہ ریشہ ہیں

ہم نہیں ہیں کوہکن لیکن ہماری یادگار
وقت کے کوہِ گراں پر کچھ نقوشِ تیشہ ہیں

○

احساں ہے ایک شاہدِ خوش اختلاط کا
ورنہ یہ زندگی تو سفر تھی صراط کا

کل رات ٹوٹ ٹوٹ گئے اس قبا کے بند
کس کو تھا بے خودی میں خیال احتیاط کا

یارو مرے سبو سے ہوئی ہے نمودِ صبح
اٹھو عروسِ گل سے ہے وقت اختلاط کا

اس نو بہارِ ناز کی خوش قامتی نہ پوچھ
قدِ کشیدہ تھا کہ الف انبساط کا

مے خانے میں نہیں ہے زماں کا کوئی وجود
کھلتا ہے در ابد کی طرف اس رباط کا

بھولے سے کیا کھلی ہے کسی کی قبائے تنگ
اک باب کھل گیا ہے سرور و نشاط کا

○

نہیں کہ میں نگہِ جستجو نہیں رکھتا
یہاں جو حُسنِ نمو ہے نمو نہیں رکھتا

ہمارے جام سے چھلکا ہے ناگہاں کل رات
وہ ایک نور کہ قیدِ نمو نہیں رکھتا

جہانِ راز کی اے پیرِ مدرسہ تجھ کو
خبر ہو کیا کہ قدح رو برو نہیں رکھتا

عمل کی بات کوئی اے فقیہہِ شہر کہ میں
دمِ مباحثہ و گفتگو نہیں رکھتا

ترے جمال کو آئینہ کچھ بیاں تو کرے
غریب حوصلۂ گفتگو نہیں رکھتا

سبو اٹھا کہ زماں خود شکارِ گردش ہے
حسابِ گردشِ جام و سبو نہیں رکھتا

○

پھول بھجوائے گئے خطِ سبو کھولی گئی
اس طرح پھر اُن سے راہِ گفتگو کھولی گئی

زندگی کے پیچ جن کا کھولنا دشوار تھا
کھل گئے، جب اُن کی زلفِ مشک بو کھولی گئی

شب گئے اُس پیرہن کا بھی معما حل ہوا
یہ حقیقت بھی بہ سعی و جستجو کھولی گئی

39

کھل گئے کل رات وہ ہم سے تو اُن کے روبرو
ایک فہرستِ ہزاراں آرزو کھولی گئی

آگہی نے توڑ ڈالے سب طلسماتِ کہن
ہر حقیقت مے کشوں کے روبرو کھولی گئی

اور تو کیا گفتگو کرتے غزالوں سے ظفؔر
جب زباں کھولی بہ شرحِ آرزو کھولی گئی

○
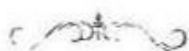
صبح تک اُن سے ہم آغوشی رہی
رات بھر اک خود فراموشی رہی

میرے اُن کے درمیاں کل رات بھر
اک غزل آمیز خاموشی رہی

کچھ نہ تھا دونوں میں موضوعِ کلام
دل کی لیکن دل سے سرگوشی رہی

آئے رندوں میں جو خوش پوشانِ شہر
تختۂ مشق اُن کی خوش پوشی رہی

مدتوں اک میری معمولی سی بات
مدرسے میں وجۂ سر جوشی رہی

شب کی تنہائی میں میں تنہا نہ تھا
ساتھ میرے خود فراموشی رہی

○

شب بھر جو رہی اُن سے ملاقات ہماری
تا صبح تھی آئینۂ حق ذات ہماری

بے رشد نہیں سلسلۂ دینِ بہاراں
اوراقِ گل و لالہ ہیں توَرات ہماری

مصروف رہے شوقِ غزالانِ حرم میں
خالی کبھی گزری نہ کوئی رات ہماری

کل رات تھے ہم اک گلِ شبو کے خریدار
گل چیں سے مگر طے نہ ہوئی بات ہماری

وہ آہوئے آوارہ سرِ راہِ گلستاں
مل جائے تو پھر دیکھ کرامات ہماری

چٹکایا ہے اُس کو نفسِ گرم سے ہم نے
پوچھو گلِ معنیٰ سے کرامات ہماری

○

مے خانے کے گوشے میں ہے تقویمِ زماں اور
ہوتا ہے یہاں رنگِ جہانِ گزراں اور

فرہاد تو تھا کشتۂ جوئے سرِ یک کوہ
ہاتھوں میں ہو تیشہ تو ہیں سو کوہِ گراں اور

مستقبلِ دنیا کو بھی دیکھا تہِ ساغر
کیا مجھ کو دکھائے گا جہانِ گزراں اور

زنجیرِ زماں کیا کوئی کم تھی کہ ازل نے
ڈالی ہے مرے پاؤں میں زنجیرِ مکاں اور

اب حرمتِ داماں کی نہیں کوئی ضرورت
یوسف کو ہے اب مشورۂ دیدہ وراں اور

سمجھا تو ظفرؔ پیرِ مغاں ہی مجھے سمجھا
دیکھا نہ زمانے میں کوئی مرتبہ داں اور

○

اصلاحِ اہلِ ہوش کا یارا نہیں ہمیں
اس قوم پر خدا نے اتارا نہیں ہمیں

ہم مے گسار بھی تھے سراپا سخا و جود
لیکن کبھی کسی نے پکارا نہیں ہمیں

43

دل کے معاملات میں کیا دوسروں کو دخل
تائیدِ ایزدی بھی گوارا نہیں ہمیں

رندِ قدح گسار بھی ہیں بت پرست بھی
قدرت نے کس ہنر سے سنوارا نہیں ہمیں

ڈھونڈیں کہاں سحر کو تمہیں اے غزالِ شب
اب نام بھی تو یاد تمہارا نہیں ہمیں

اب کیا سنور سکیں گے ہم آوار گانِ عشق
صدیوں کے جبر نے تو سنوارا نہیں ہمیں

ہاتھوں میں ہے ہمارے گریبانِ کائنات
لیکن ابھی جنوں کا اشارا نہیں ہمیں

کھینچی اگر تو ہوش میں کھینچیں گے زلفِ دوست
منظور بے خودی کا سہارا نہیں ہمیں

ڈھونڈو کوئی نئی روشِ شاعری ظفرؔ
اسلوب دوسروں کا گوارا نہیں ہمیں

○

اسرارِ زندگی سے جو پردہ اٹھائیں ہم
اپنے سوا کسی کو نہ موجود پائیں ہم

ہم بزمِ رنگ و بو کے حریفانِ خاص ہیں
پھولو بچھاؤ فرش کہ تشریف لائیں ہم

45

پردہ کسی کے رخ سے اٹھانے کو ہے نسیم
اور ہم یہاں بضد ہیں کہ پہلے اٹھائیں ہم

کچھ لوگ ہیں ہماری کرامت سے منحرف
لاؤ شراب اُن کو کرامت دکھائیں ہم

پروانۂ غزل کوئی لکھ بھیجیے ظفرؔ
جبریل منتظر ہے اُسے کب بلائیں ہم

○

میں نے کہا کہ حلِ معمائے جاں کرو
اُس نے کہا یہ بات سپردِ بتاں کرو

میں نے کہا بہارِ ابد کا کوئی سراغ
اُس نے کہا تعاقبِ لالہ رخاں کرو

میں نے کہا کہ یوسفِ دل ناخریدہ ہے
اُس نے کہا کہ نذرِ زلیخا وشاں کرو

میں نے کہا کہ اور کوئی پندِ خوشگوار
اُس نے کہا کہ خدمتِ پیرِ مغاں کرو

میں نے کہا کہ حدِ ادب میں نہیں ظفرؔ
اُس نے کہا نہ بند کسی کی زباں کرو

○

سبو پھر ہے گردش میں بط کی طرح
دو عالم ہیں حرفِ غلط کی طرح

مرتب ہوا کھل کے گیسوئے دوست
کسی مصرعِ بے نقط کی طرح

کسی صفحۂ دلبری پر پھر آج
نظر ثبت ہے دستخط کی طرح

قدامت جو پہنچی خرابات تک
مٹی ایک حرفِ غلط کی طرح

ہر آئین پر ہم نے تنسیخ کو
تری زلف کھینچی ہے خط کی طرح

○

سب حریفانِ صفِ شب ہیں شراب آلودہ
ان سے مل بیٹھ نہ اے شاہدِ خواب آلودہ

رنگِ شب کیا تھا کہ ہے صبح کی تنہائی میں
اک سکوتِ غزل آمیز و رباب آلودہ

واعظِ شہر ہو کیا صاحبِ اسرار و رموز
اس کا سرمایۂ حکمت ہے کتاب آلودہ

جس میں کھلتی ہے کوئی زلف ہمارے ہاتھوں
صبح اس رات کی ہوتی ہے سحاب آلودہ

ورقِ غنچہ نہیں حلقۂ خوباں سے ظفرؔ
نامے آتے ہیں مرے نام گلاب آلودہ

○

وہ رند ہوں کہ فنا ہے مری بقا کی طرح
ابد کے دوش پہ ہوں پیرِ تسمہ پا کی طرح

فریبِ معنیٰ و صورت ہے یہ جہانِ خراب
سبو اٹھا کہ خدا بھی نہیں خدا کی طرح

49

غزالِ شہر کو دعوائے رم تو تھا، لیکن
کھڑے تھے ہم بھی سرِ رہ گزر قضا کی طرح

حریمِ ناز میں تھی تیزیِ نفس بھی گراں
معاملہ کسی گل رُخ سے تھا صبا کی طرح

شعورِ ذات کہاں تک کہ ہر زماں ہوں دگر
سیاستِ نگہءِ چشمِ سرمہ سا کی طرح

نہ جانے شب کو ہمارے سبو میں کیا شے تھی
سحر کو روح سبک سیر ہے ہوا کی طرح

مری طریقتِ رندی سمجھ سکا نہ کوئی
طریقِ زہد یہاں عام تھا وبا کی طرح

ہم ایسی بزم میں کل صبح تک رہے کہ جہاں
سکوت بھی تھا لبِ زمزمہ سرا کی طرح

دراز دست کہاں ہیں کہ راہِ عمر میں بھی
ہزار خم ہیں خمِ گیسوئے دوتا کی طرح

نظر جو چہرۂ تحقیق پر کریں مے خوار
نقابِ راز بھی اترے تری قبا کی طرح

نہ رند کوئی ظفؔر کی طرح تھا رندِ خراب
نہ پارسا کوئی اس مردِ پارسا کی طرح

○

کل اک غزالِ شب سے جو گرمِ انجمن ہوئی
میرے سپرد دولتِ شہرِ ختن ہوئی

ارژنگِ دلبری تھی کسی کی قبائے تنگ
کیا کیا نظر شہیدِ خطوطِ بدن ہوئی

دن بھر تو باغ و راغ میں آزاد تھی بہار
شب کو سپردِ خلوتیانِ چمن ہوئی

51

ہوتا ہے صبح کو یہ مری بزمِ شب کا حال
جیسے یہاں ادا کوئی رسمِ کہن ہوئی

کل رات کنجِ خلوتِ میخانہ میں بہار
بے خود وہ تھی کہ بے خبرِ پیرہن ہوئی

اُس زلف سے کسی کی بر آئے گی کیا مراد
کُھلنے کی دیر تھی کہ شکن در شکن ہوئی

اے زلف تیرے گم شدگاں کی تلاش میں
بھٹکی نسیم یوں کہ غریب الوطن ہوئی

ہم جستجوئے حق میں جدھر سے گزر گئے
برپا وہیں قیامتِ دار و رسن ہوئی

میرے سبو میں جوششِ انوار سے شراب
چھلکی تو آفتابِ ازل کی کرن ہوئی

کل رات ناگہاں مے و ساغر کے روبرو
روحِ ازل سے روح مری ہم سخن ہوئی

نافے کی سی مہک ہے غزل میں مری ظفرؔ
میرے سخن سے شہرتِ مشکِ ختن ہوئی

○

آیا ہے وقتِ خاص پھر اہلِ نیاز پر
پہرے بٹھاؤ جلوہ فروشانِ ناز پر

سمجھیں گے مہ وشوں کو حقیقت پرست کیا
آؤ مری طرف کہ سند ہوں مجاز پر

53

بزمِ قدح وہ عالمِ اسباب ہے جہاں
کرتے ہیں غزنوی کو مقرر ایاز پر

ہم پر کشودِ زلفِ بتاں سے کھلے وہ راز
کھلتے نہ تھے جو گوشہ نشینانِ راز پر

یوں زندگی پہ میری نظر ہے کہ جس طرح
اک جسمِ مرمریں کے نشیب و فراز پر

وہ میں تھا مہ وشوں سے سلامت گزر گیا
یہ تجربہ کرو نہ کسی پاک باز پر

دنیا میں کوئی زہد سی بے وزن شے نہیں
رکھ دیکھئے ترازوئے سوزو گداز پر

کھینچو کچھ اس طریق سے اے مغبچو شراب
لے آؤ کھینچ کر اسے سطحِ جواز پر

کیا خوب کی ہے شوق نے خدمت مرے سپرد
مامور ہوں مساحتِ زلفِ دراز پر

آئے فنا کا ذکر تو گردش میں لا کے جام
پھینکو کمند خضر کی عمر دراز پر

دیکھے ہیں ماورائے حقیقت کے ہم نے خواب
سر رکھ کے آستانۂ حسنِ مجاز پر

آدم کے بغض و شر سے جو ہو جائے روشناس
ابلیس خود بضد ہو سجودِ نیاز پر

مہ وش ہیں رقص میں ظفؔر اٹھو غزل کہو
بانہوں کے لوچ اور بدن کے گداز پر

55

○

دیکھ پائے کسی کافر کا جو اندازِ خرام
بوئے گل پھر کبھی آوارۂ پرواز نہ ہو

روز سنتا ہوں ہواؤں کے ترانے کہ کہیں
تیرا پیغام نہ آئے تری آواز نہ ہو

○

میرے روبرو جو بھی مے کشانِ خام آئے
صبح تک گل و مل کے معرکوں میں کام آئے

اے سلوک کی راہو وہ بھی اک مقام آئے
میں سبو اٹھاؤں اور عرش سے سلام آئے

پردۂ ازل میں ہے اک غزالِ رم خوردہ
اے دراز دستو آج وہ بھی زیرِ دام آئے

اہلِ مدرسہ سمجھیں کیا کھنک کو ساغر کی
یہ کہاں کے حق جو ہیں کیا انہیں پیام آئے

بت تو درحقیقت ہیں یادگارِ مے خانہ
بچ رہے جو رندوں سے برہمن کے کام آئے

ناگہاں جو یاد آئے رشتہ ہائے دیرینہ
ذہن میں ہزاروں ہی مہ وشوں کے نام آئے

کل بوقتِ مے نوشی کائنات کے اسرار
تہ سے صف بہ صف ابھرے تا محیطِ جام آئے

آؤ راہ پر لائیں مدرسہ نشینوں کو
آدمی وہی تو ہے جو کسی کے کام آئے

نورِ بادہ برساؤ اس طرح کہ تڑکا ہو
زلفِ دلبراں کھولو اس طرح کہ شام آئے

میں ولیِ مے خواراں مرشدِ غلط کاراں
ذہنِ بے شعوراں میں کیا مرا مقام آئے

جن کی زلف کا ہر پیچ ایک مصرعِ تر تھا
بزمِ شب میں ایسے بھی قادر الکلام آئے

احترام اے دنیا وہ گدائے نو ہوں میں
راست جس کے قامت پر خلعتِ دوام آئے

دامنِ گلستاں میں کچھ ورق ہیں پھولوں کے
اے نسیم یہ نامے کس جواں کے نام آئے

اس طرح غزل خواں ہوا ئے ظؔفر بہاروں میں
خلوتِ گل و مل سے پھر صلائے عام آئے

○

تنکے نہیں یہ دوشِ ہوائے بہار پر
اڑ اڑ کے ڈھونڈتا ہے مرا آشیاں مجھے

ملنا ترا بہار ، نہ ملنا ترا خزاں
معلوم ہے حدیثِ بہار و خزاں مجھے

○
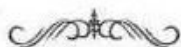
اِدھر یہ دیر قیامت میں تھی کہ ہو کرتے
اُدھر سے مغبچے دوڑے سبو سبو کرتے

مقابلے میں جو آتی تو ہم سے دست دراز
خراب گردشِ دوراں کی آبرو کرتے

59

ہمارے ہاتھ سے ہوتا لباسِ زہد جو چاک
اسے رگِ گلِ نورستہ سے رفو کرتے

خدا گواہ کہ پروردگار ہوتے ہم
ذرا سی اور اگر جرأتِ نمو کرتے

بچے نہ دستِ زلیخائے نو بہار سے ہم
قدح بدست تھے کیا حفظ آبرو کرتے

ہجومِ زہرہ وشاں تھا کہ عالمِ اسرار
ہم آ گئے ہیں کہاں سیرِ رنگ و بو کرتے

وہ ہم نے پردۂ اسرار پر کیے ہیں ستم
کہ عمرِ خضر گزر جائے گی رفو کرتے

ہم اس جہاں میں تھے کل شب کسی کے ساتھ کہ لوگ
صبا کی طرح بھٹکتے جو جستجو کرتے

شبِ بہار نہ تھی اس قدر دراز کہ ہم
تری بہار کا اندازۂ نمو کرتے

ہمارے دوش پہ کھلتی تو تیری زلف سے ہم
نسیمِ صبح کے لہجے میں گفتگو کرتے

ادھر سے ہو کہ گزرتی تو ہم بہار کے ساتھ
غزال بن کے غزالوں کی جستجو کرتے

سیاہیِ رخِ اہلِ ریا تھی بے درماں
ہزار کوثر و تسنیم سے وضو کرتے

وہ صاف گو ہیں کہ ہم تو فقیہہِ شہر سے بھی
پری وشوں کی ہی کرتے جو گفتگو کرتے

بلائے جاں ہیں ظفؔر دلبرانِ حلقۂ شب
بجا تھا ہم بھی اگر دلبری کی خو کرتے

61

○

رات کو لوحِ ذہانت پہ مری
چھوڑ جاتا ہے نقوشِ پا ہو

میرے ہاتھوں سے جو وہ زلفِ دراز
کبھی کھل جائے تو یا ہُو یا ہُو

○

اٹھو بند سب خانقاہیں کریں
تلاش اور ہی جلوہ گاہیں کریں

زمانہ اگر برسرِ جنگ ہو
تو کج اور بھی ہم کلاہیں کریں

بڑی چیز ہے خانقاہوں کی آڑ
یہاں اب مزا ہے جو چاہیں کریں

شب آخر ہے اے میری ہم رقص آ
مقرر ستاروں کی راہیں کریں

اٹھو جام چھلکائیں اور زیب سر
گل و نسترن کی کلاہیں کریں

میں وہ متقیِ خرابات ہوں
کہ سجدے مجھے خانقاہیں کریں

اٹھی تھی نگاہوں نگاہوں میں بات
تو اب فیصلہ بھی نگاہیں کریں

فقیہانِ شہر آج مدہوش ہیں
اٹھو غائب اِن کی کلاہیں کریں

بلاؤ کوئی شمع رو صوفیو!
چراغاں تصوف کی راہیں کریں

صفِ مہ وشاں سے جو گزریں ظفرؔ
تعاقب ہزاروں نگاہیں کریں

63

○

سمن بروں سے غنیمت ہے رسم و راہ رہے
اگر سیاہ ہے فردِ عمل سیاہ رہے

جہاں جہاں یہ گئی ہے دیا ہے ساتھ اس کا
ہمارے شوق کی بادِ سحر گواہ رہے

مزا تو جب ہے کہ رندوں کا نامۂ اعمال
کسی کی زلفِ دوتا کی طرح سیاہ رہے

حصار ہم نے بھی کھینچا تو بے نیازی کا
تری نگاہ کے حملے بھی بے پناہ رہے

کڑوں اگر سببِ زہد و اتقا پہ نظر
کوئی گناہ نہ میرے لیے گناہ رہے

رموزِ سرِ ازل ہم سے آ کے کر دریافت
کہ ہم بھی خدمتِ رنداں میں گاہ گاہ رہے

نہ پوچھ عشقِ جلالی کا طمطراق کہ ہم
جس انجمن میں رہے مرکزِ نگاہ رہے

ہمارا جہل ہوا آشنائے خلوتِ راز
جو اہل علم تھے مردودِ بارگاہ رہے

65

زباں دراز نہ ہو جوشِ بے خودی میں ظفرؔ
گدا کو پاسِ ادب روبروئے شاہ رہے

○

بغیرِ ساغر و یارِ جواں نہیں گزرے
ہماری عمر کے دن رائیگاں نہیں گزرے

ہمارے دورِ جوانی میں آہوانِ بہار
سلامتی سے سرِ گلستان نہیں گزرے

ہجومِ گل میں رہے ہم ہزار دست دراز
صبا نَفَس تھے کسی پر گراں نہیں گزرے

رہِ حیات سے گزرے تو اور بھی لیکن
سبوکشوں کی طرح گل فشاں نہیں گزرے

وہاں سے بھی گزر آئے ہم اے نسیمِ خیال
ابھی جہاں سے ترے کارواں نہیں گزرے

نمود ان کی بھی دورِ سبو میں تھی کل رات
ابھی جو دور تہِ آسماں نہیں گزرے

نقوشِ پا سے ہمارے اُگے ہیں لالہ و گل
رہِ بہار سے ہم بے نشاں نہیں گزرے

ابھی اک اور نظر اے غزالِ مجلسِ شب
ابھی تو جاں سے ترے نیم جاں نہیں گزرے

67

غلط ہے ہم نفسو ان کا زندگی میں شمار
جو دن بخدمتِ پیرِ مغاں نہیں گزرے

قدح پرست وہ آزادہ رو ہیں جن پہ کبھی
حوادثِ قفس و آشیاں نہیں گزرے

ہماری مجلسِ شب میں ادب کی حد سے کبھی
موکلانِ زمان و مکاں نہیں گزرے

وہ راستے گل و ریحاں سے روشناس نہیں
جہاں سے طائفہ ہائے بتاں نہیں گزرے

ظفؔر کا مشربِ رندی ہے اک جہاں سے الگ
مری نگاہ سے ایسے جواں نہیں گزرے!

○

زندہ ہوں شکستِ پارسائی کے لیے
صرصر ہوں چراغِ خود نمائی کے لیے

یہ میرا سبو بکف لرزتا ہوا ہاتھ
کافی ہے تکبر کی کلائی کے لیے

○

ہر شہر کو نہ قالبِ جنت میں ڈھال دے
آدم کو اس جہاں سے بھی یارب نکال دے

پھر جا رہا ہوں رقص کناں سوئے بزمِ دوست
کونین کو کوئی مرے قدموں میں ڈال دے

69

اے فصلِ گل ہمارے سبو کے جواب میں
تجھ سے بھی ہو سکے تو کوئی پھول اچھال دے

پھر حل کسی سے مسئلہء زندگی نہ ہو
اے زلفِ دوست اس میں کوئی پیچ ڈال دے

جھک جائے وہ نظر تو جلائے چراغِ زہد
اٹھے تو دل میں طرحِ خرابات ڈال دے

اے شیخِ شہر زہد میں کچھ دلکشی نہیں
اس سے کوئی گناہ کا پہلو نکال دے

شرکت میں جام و یارِ گل اندام کی ظفرؔ!
وہ کارِ خیر کر جو ترا نام اچھال دے

○

آہوانِ شب گریزاں ہوں تو اُن کی راہ میں
دامِ دل رکھ دیجیے ، دامِ نظر رکھ دیجیے

ہاتھ آجائیں اگر اُس زلفِ نسریں بو کے پیچ
بر ملا سِرِ دو عالم کھول کر رکھ دیجیے

○

قدح کشانِ صف کیقباد و جم آئے
بہار مسندِ گل سے اٹھے کہ ہم آئے

مزا تو جب ہے کہ خالی رہے نہ خلوتِ شب
غزالِ دیر اٹھے آہوئے حرم آئے

71

ہر ایک شے میں مناسب نہیں جزا کا خیال
سبو اٹھا کہ جزا کا خیال کم آئے

ہوا کے رخ پہ جو کھولے کوئی قبائے بتاں
مہک گلاب کی تا خانۂ حرم آئے

نہ رکھ سکا ہمیں آہو بچوں سے باز کبھی
یہ انتظار کہ ان کو شعورِ رم آئے

بلا تھی دستِ رسا کے لیے مسافتِ زلف
ہزار اس میں طلسماتِ خم بہ خم آئے

ستم کا زہرہ و شانِ حرم کو شوق تو ہے
خدا کرے انہیں پیرایۂ ستم آئے

○

کیا کیا تھا قصدِ پیرہنِ گل کہ ناگہاں
جھونکے صبا کے ہاتھ ہمارا جھٹک گئے

سایہ پڑا ہمارے سبو کا تو بزم میں
سَو سَو گلاب رُوئے بتاں پر چٹک گئے

○

درِ میخانہ سے دیوارِ چمن تک پہنچے
ہم غزالوں کے تعاقب میں ختن تک پہنچے

یوں سرِ راہ بھرے بیٹھے ہیں میکش کہ بہار
اب کے آئے تو سلامت نہ چمن تک پہنچے

73

ہاتھ میخوار کے بے قصد اٹھے تھے لیکن
اتفاقاً ترے گیسو کی شکن تک پہنچے

حرم و دیر میں اس زلف کا موضوع کہاں
لوگ پہنچے تو روایاتِ کہن تک پہنچے

جس میں تاب و تبِ منصور نہ ہو عشق نہیں
اک حرارت ہے بدن سے جو بدن تک پہنچے

اے سخن فہم ہم اس بزم سے آئے ہیں جہاں
حیرت آئینے کی اسلوبِ سخن تک پہنچے

اس طرح شوقِ غزالاں میں غزل خواں ہو ظفرؔ
شہرتِ مشکِ غزل شہرِ ختن تک پہنچے

○

گھلی جا رہی ہے مری روح میں
کسی کی شمیمِ نفس کس طرح

لرزتے رہے دیر تک میرے ہونٹ
صبا نے کیا گُل کو مَس کس طرح

○

کل رات اس طرح کوئی زلفِ دوتا کھلی
فہرستِ آرزو زدگاں جا بجا کھلی

شب ہو گئی خنک جو اٹھی وہ نقابِ رخ
موسم بدل گیا جو وہ زلفِ دوتا کھلی

یہ سلسلہ تھا ایک ہی شاید کہ ناگہاں
چٹکے ہزار گل جو کسی کی قبا کھلی

75

آزردہ دل تھے زندگیِ سست رو سے ہم
آئے غزالِ شب تو طبیعت ذرا کھلی

ہر بات کا ہوا سرِ میخانہ فیصلہ
ہر شب یہاں عدالتِ پیکِ قضا کھلی

کیا کیا نہ بے خودی میں بر آئی مرادِ شوق
گیسو کھلے کسی کے کسی کی قبا کھلی

آئی تھی آج خلوتِ گل میں ترانہ سنج
دیکھا ہمیں تو پھر نہ زبانِ صبا کھلی

پوچھیں گے ایک آہوئے رم خوردہ کا پتہ
ہم سے کبھی جو گردشِ دوراں ذرا کھلی

اے زلف دستِ شوق کی کوشش کے باوجود
کچھ ابتدا کھلی نہ تری انتہا کھلی

تھا حسنِ کائنات خریدار کے بغیر
ہم آگئے تو قسمتِ ارض و سما کھلی

خلوت میں تیری زلف کا عقدہ بھی کھل گیا
کھلتی نہ تھی جو بات یہاں برملا کھلی

کیا صدق تھا ہماری نوا میں ظفرؔ نہ پوچھ
حسنِ غزل کھلا کہ بیاضِ صفا کھلی!

○

فرشِ گل بچھوائیں رنگ و بو کی ارزانی کریں
آؤ بلقیسانِ دوراں سے سلیمانی کریں

پھر پریشاں ہو کوئی زلفِ سمن بو اور ہم
رات بھر تحقیقِ اسبابِ پریشانی کریں!

77

واعظانِ شہر ہیں سب آدمیت کے مزار
لا صراحی ان مزاروں پر گل افشانی کریں

ہم سا رندِ باکرامت کیا کوئی ہوگا کہ ہم
دن کو درویشی کریں راتوں کو سلطانی کریں

خلوتِ شب میں جو در پے ہو زلیخائے بہار
ہم نہیں یوسف کہ عذرِ پاک دامانی کریں!

پھر بہار آئی اٹھو اے دخترانِ سبزہ رنگ
کنجِ ریحاں میں سبو لبریز ریحانی کریں

زاہدو ہٹ جاؤ رستے سے کہ ہم بادہ گسار
کوئی سامانِ نجاتِ نوعِ انسانی کریں

شرطِ اول کشف کی یہ ہے کہ پیرانِ حرم
دیدہء دل حسنِ نو خیزاں سے نورانی کریں

کیا کہیں کیا ہے ہماری بت پرستی کا جواز
کس طرح تشریحِ کیفیاتِ وجدانی کریں

دفترِ اسرار ہے بزمِ گل اندامانِ شعر
آؤ اس دفتر کی ہم اوراق گردانی کریں

○

سنبل کدہء زلف کہ سرمایہء کف تھا
کیا کیا نہ مری دست درازی کا ہدف تھا

جرأت نہ ہوئی گردشِ دوراں کو سرِ بزم
آتی جو مقابل تو میں پیمانہ بکف تھا

پہنچی نہ کسی تک مری خلوت کی کوئی بات
گل تھا کہ سبو ہر کوئی پابندِ حلف تھا

گو پردۂ اسرار میں تھا شاہدِ مقصود
لیکن مری آوارہ نگاہی کا ہدف تھا

درپے جو رہے سنبل و ریحاں کے قدح خوار
شاید یہ کنایہ ترے گیسو کی طرف تھا

ہر شب تھا گہر ساز و گہر ریز و گہر بار
ساغر مرا ساغر تھا کہ آغوشِ صدف تھا

کیا مجھ کو زمانے سے ظفؔر کوئی سروکار
اس تنگ نظر کو مرا گوہر بھی خزف تھا

○

لا صراحی کہ کروں وہم و گماں غرقِ شراب
اس سے پہلے کہ میں خود وہم و گماں ہو جاؤں

شوق میں ضبط ہے ملحوظ مگر کیا معلوم
کس گھڑی بے خبرِ سود و زیاں ہو جاؤں

○
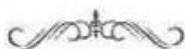
ابرِ رواں جو سوئے چمن زار جائے گا
اس زلف تک خیالِ قدح خوار جائے گا

پوچھو نہ اس کے بعد نشیب و فرازِ عشق
رستہ یہ تھوڑی دور تو ہموار جائے گا

میخانہ خود بھرے گا تعاقب میں اک زقند
اٹھ کر جو وہ غزال طرحِ دار جائے گا

میخانے کو چلا ہے تو منصور وار چل
یہ راستہ بھی تا رسن و دار جائے گا

آئے ہیں مہر و مہ درِ میخانہ کھول دو
یہ طائفہ بخدمتِ مے خوار جائے گا

کھینچیں ہزار رند حصارِ سبو و جام
خالی نہ اس نظر کا کوئی وار جائے گا

عادت کی ہے یہ بات ارادہ ہو یا نہ ہو
خود ہاتھ سوئے گیسوئے خم دار جائے گا

کھولا ہے شوق نے جو ظفرؔ نافۂ غزل
یہ مشک تا بہ سرحد تاتار جائے گا

○

کہاں تھی رات کو اے گردشِ زمانہ بتا
قدح بدست تری جستجو رہی مجھ کو

○

پھر آج رقصِ جام و سبو تیز ہی سہی
یارو سمندِ عمر کو مہمیز ہی سہی

پھرتے ہیں ہوش پر خطِ تنسیخ کی طرح
اُس جسم کے خطوط دل آویز ہی سہی

شوقِ گل و سبو میں قباحت کی کیا ہے بات
ہم اس معاملے میں ذرا تیز ہی سہی

کافر جوانیوں سے نیاز اور بات ہے
الحاد و کفر سے ہمیں پرہیز ہی سہی

کچھ روندنے کو رند کے قدموں میں ڈال دو
کچھ بھی نہ ہو تو سطوتِ پرویز ہی سہی

سمجھیں اگر ہمارے ارادے تو بات ہے
زہرہ و شانِ شب کی نظر تیز ہی سہی

تالیف کے ہمیں بھی ہیں نسخے ہزار یاد
اس شہر کے غزال کم آمیز ہی سہی

○

دیتی مجھے اک لمحۂ فرصت جو تری زلف
کیا کیا نہ میں اس لمحۂ کوتاہ میں کرتا

ملتی جو خدائی بھی تو رکھنے کی نہ تھی چیز
تقسیم اسے یارانِ ہوا خواہ میں کرتا

○

کبھی جو پردہ کسی روئے دل ستاں سے اٹھے
بہار رقص کناں بسترِ خزاں سے اٹھے

ہر ایک چیز جواں تھی جو آج صبح کو ہم
کنارِ شاہدِ نوخیز و نوجواں سے اٹھے

ہوائے شوق میں ہم بے خودانِ حلقۂ مے
اڑیں تو گرد ستاروں کی آسماں سے اٹھے

بڑا مزا ہو اگر عرضِ شوق کی تمہید
میری زباں کے بجائے تری زباں سے اٹھے

وہ شوقِ سرو دمن ہے کہ مدرسے نے ہمیں
ہزار یاد کیا ہم نہ گلستاں سے اٹھے

موکلانِ قضا نے کیا ادب سے سلام
سبو بدست جو ہم ان کے آستاں سے اٹھے

نہیں ہے مسئلۂ زندگی کا حل کوئی
شراب لا کہ بھبھو کا حریمِ جاں سے اٹھے

ادھر غزالِ حرم ہیں ادھر بتانِ کنشت
ہے کشمکش میں قیامت کہ اب کہاں سے اٹھے

نقیب تھے مری آمد کے اے عروسِ سخن
وہ خوش کلام جو شیراز و اصفہاں سے اٹھے

نہ پا سکا کوئی اب تک سراغِ منزلِ دوست
ہزار خضر زمانے کے کارواں سے اٹھے

ظفؔر سے دور نہیں ہے کہ یہ گدائے الست
زمیں پہ سوئے تو اورنگ کہکشاں سے اٹھے

○

پیدا ہر ایک پیچ میں اک بات ہو گئی
کل شب وہ زلف حرف و حکایات ہو گئی

وقفِ امور خیر رہی سرزمینِ دل
بت خانہ اٹھ گیا تو خرابات ہو گئی

پہنچے جو بے خودی کے مراتب کو حسن و عشق
دونوں میں رات بھر کو مساوات ہو گئی

اپنے محیطِ ذات میں گم ہو گئے جو ہم
اک ذاتِ بے کراں سے ملاقات ہو گئی

میخانے سے چلی تھی کوئی بے خودی کی بات
آ کر حرم میں کشف و کرامات ہو گئی

اتری نہ تھی سبو میں تو کچھ بھی نہ تھی شراب
اتری سبو میں معرفتِ ذات ہو گئی

آئی نہ عاشقی میں فراست بروئے کار
بے کار دولتِ نظریات ہو گئی

دن بھر تو تھی قضا کے حوالے عنانِ وقت
شب کو سپردِ رندِ خوش اوقات ہو گئی

سودا کی ہو زمیں کہ ولی کی زمیں ظفرؔ
میں نے غزل کہی تو خرابات ہو گئی

○

یہ جہاں نقشِ خیالی ہی تو ہے
کیا غمِ نقشِ خیالی کیجیے

○

غم جہاں کہ بلا ہو گیا ہے سب کے لیے
مرے سپرد کرو اس کو ایک شب کے لیے

نہ جاؤ حلقہء رنداں سے مہ وشو کہ یہاں
سہولتیں ہیں جوانی کی تاب وتب کے لیے

قدح گسار کسی وضع کے نہیں پابند
ہزار حسنِ طلب شرط ہو طلب کے لیے

شراب خانہ ہو یا مدرسہ ہو دونوں میں
رسوم ایک ہیں اسرارِ نیم شب کے لیے

دراز دست ہی پہنچے یہاں مرادوں کو
نہیں ہے دولتِ زلفِ دراز سب کے لیے

ہم اور سعادتِ عشق پری وشاں سے گریز
کوئی جواز بھی ہو زہدِ بے سبب کے لیے

یگانگی ہے ظفرؔ ورنہ میری کج کلہی
نہیں مظاہرۂ دولت و نسب کے لیے

○

بات اس زلف کی کرتا ہوں تو کھل جاتے ہیں
میرے الفاظ میں انفاسِ نسیمِ سحری

○

اے بادِ سحر، شوق میں اُس زلفِ دوتا کے
پہنچی ہے جہاں تُو ترے ہم دوش رہے ہم

○
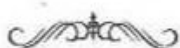
شاید رخِ حیات سے سرکے نقاب اور
بھر دو مرے سبو میں شراب و گلاب اور

ہو گی مرے سبو سے نمودِ ہزار صبح
ابھریں گے اس افق سے ابھی آفتاب اور

اُس چشم مے فروش کا راتوں کو کرکے ذکر
آؤ اڑائیں دیدۂ یاراں سے خواب اور

کیا گردشِ زمانہ کو لائیں نظر میں ہم
کچھ ہے ابھی سبو میں ہمارے شراب اور

کون و مکاں کی خیر اٹھی پھر تری نظر
اس ظرف میں سما نہ سکے گی شراب اور

اے وارثانِ سطوتِ پرویز ، ہوشیار
دامانِ وقت میں ہیں ابھی انقلاب اور

بہکا کے لے اڑیں گے کسی رات زہد کو
ٹھہرے یہاں جو خیمہ زنانِ سحاب اور

آئی ظفرؔ جو رات زباں پر حدیثِ دوست
ناگاہ بڑھ گئی مرے جوہر کی آب اور

○
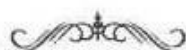
خوش ہیں کہ نہیں اس ستم آرا کا ستم عام
نازاں ہیں کہ اس کے ہدفِ ناز ہمیں ہیں

○
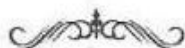
ساغر اٹھا کے حدِ بقا تک پہنچ گیا
میں راہِ بے خودی سے خدا تک پہنچ گیا

بیگانہ تھا معارفِ پنہاں سے دستِ شوق
صد شکر تیرے بندِ قبا تک پہنچ گیا

93

رندو اٹھو کہ سلسلہء ابرِ نو بہار
خوبانِ شب کی زلفِ دوتا تک پہنچ گیا

شب میں جو کھو گیا کسی بزمِ سرور میں
نغمے سے روحِ نغمہ سرا تک پہنچ گیا

اب کیا کہوں طلسمِ سلیماں تھی یا شراب
میں اک سبو میں شہرِ سبا تک پہنچ گیا

صادر کیا تھا ہم نے خرابات میں جو حکم
آخر موکلانِ قضا تک پہنچ گیا

میرا مشاہدہ ہے کہ جب کاروبارِ زہد
حد سے بڑھا، فریب و ریا تک پہنچ گیا

کل رات ناگہاں اثرِ تازگیِ حُسن
اُس پیرہن سے آب و ہوا تک پہنچ گیا

شہرت مری غزل کی زمانے میں ہے ظفؔر
یہ مشکِ خاص دستِ صبا تک پہنچ گیا

○

ساغر اٹھا کے زہد کو رد ہم نے کردیا
پھر زندگی کے جزر کو مد ہم نے کردیا

وقت اپنا زر خرید تھا ہنگامِ مے کشی
لمحے کو طول دے کے ابد ہم نے کردیا

مے خانے سے چلی جو کبھی روٹھ کر بہار
آگے سبو کو صورتِ سد ہم نے کردیا

دیکھا جو شب کو زاویہء سینہء بتاں
اشکالِ ہندسہ کو بھی رد ہم نے کردیا

تسبیح سے سبو کو بدل کر خدا کو آج
بالا تر از شمار و عدد ہم نے کردیا

بادہ تھا یا عروسِ فراست تھی جام میں
جو کہہ دیا بہک کے سند ہم نے کر دیا

زاہد کو خانقاہ میں ملتی کہاں شراب
لیکن کچھ اہتمامِ رسد ہم نے کر دیا

تشبیہ دے کے قامتِ جاناں کو سرو سے
اونچا ہر ایک سرو کا قد ہم نے کر دیا

پہنچے کسی کے عشق میں ماہ و نجوم تک
حدِ سما کو شوق کی حد ہم نے کر دیا

پھر اس عقیقِ لب پہ سبو رکھ دیا ظفرؔ!
پھر شمس کو سپردِ اسد ہم نے کر دیا

○

ہم آہوانِ شب کا بھرم کھولتے رہے
میزانِ دلبری پہ انہیں تولتے رہے

عکسِ جمالِ یار بھی کیا تھا کہ دیر تک
آئینے قمریوں کی طرح بولتے رہے

97

کیا کیا تھا حلِ مسئلۂ زندگی میں لطف
جیسے کسی کا بندِ قبا کھولتے رہے

ہر شب شب سیاہ تھی لیکن شراب سے
ہم اُس میں نورِ صبحِ ازل گھولتے رہے

ہم متقیِ شہرِ خرابات رات بھر
تسبیحِ زلفِ ماہ وشاں رولتے رہے

اتنی کہانیاں تھیں کسی زلف میں کہ ہم
ہر رات ایک دفترِ نو کھولتے رہے

کل رات میکشوں نے توازن جو کھو دیا
خطِ سبو پہ کون و مکاں ڈولتے رہے

پہلے تو خود کو عشق میں حل ہم نے کر دیا
پھر عشق کو شراب میں ہم گھولتے رہے

روکا ہزار بزم نے ہنگامِ مے کشی
ہم تھے کہ رازِ ارض و سما کھولتے رہے

○

دشوار جو مقام تھا جبریل کے لیے
صرف ایک جست تھا مری تخییل کے لیے

پھر ہے کسی کی زلف کو کھلنے کی آرزو
اجمال بے قرار ہے تفصیل کے لیے

اے رازِ جوئے بندِ قبا حوصلہ ہے شرط
اس علمِ سربمہر کی تحصیل کے لیے

آدم سی چاہتا ہوں کوئی لغزشِ عظیم
اپنے گناہِ شوق کی تکمیل کے لیے

پھر شرح دیکھنا مرے اجمالِ شوق کی
ہاتھ آئے ان کی زلف جو تفصیل کے لیے

اٹھے ہیں پھر غبارِ قدامت سے میگسار
اک عالمِ جدید کی تشکیل کے لیے

ہم تک براہِ راست بھی پہنچے ہیں کچھ پیام
ہر شے نہ تھی سماعتِ جبریل کے لیے

کوئی غزل ظفؔر کہ بڑا نیک ہے، یہ وقت
ہر آیتِ جدید کی تنزیل کے لیے

○

عشق میں اور حُسن میں کوئی نہیں ہے امتیاز
یہ بھی مری ادا سمجھ وہ بھی مری ادا سمجھ

○

حاصل ہو کسی کو نگہِ عقدہ کشا بھی
کھلنے کو تو کھل جائے ترا بندِ قبا بھی

تا دیر تری زلفِ سمن بو رہی موضوع
کل خلوتِ مے خانہ میں ہم بھی تھے صبا بھی

101

اخلاص ہو مفقود تو اے واعظِ خوش گو
الفاظ ہی الفاظ ہیں تسبیح و ثنا بھی

کیا الٹا زمانہ ہے کہ ہر سمت ہیں پہرے
ہے بند سلیماں کے لیے شہرِ سبا بھی

معلوم ہوا زہد فروشانِ حرم سے
اک جنس ہے بازارِ عقیدت میں خدا بھی

یہ شوق کا عالم ہے سرِ منزلِ جاناں
چلتے ہیں مرے ساتھ نقوشِ کفِ پا بھی

دونوں سے مری روح نے باندھے نئے پیماں
کل رات کہ بت بھی تھے مرے ساتھ خدا بھی

میں گردشِ ایام پہ مرتا ہوں کہ اس میں
خو بو بھی تری ہے ترے انداز و ادا بھی

دیکھا ہے ظفؔر تجھ کو خرابات میں ہم نے
تجھ کو بھی ہے دعوائے کرامت ارے جا بھی

○

ہُوا نہ رازِ خمِ کاکلِ دوتا معلوم
ہمارا ہاتھ تھا اور اک طلسمِ نامعلوم

کسی کے پرتوِ انوارِ حشر ساماں سے
جو آئینے کا ہے عالم کسی کو کیا معلوم

103

نہ پوچھ عشق کا عالم کہ شہرِ خوباں میں
ملا جو شخص ہُوا مجھ کو آشنا معلوم

فقیہہِ شہر شہود و حجاب کے اسرار
ہمیں تو خیر نہیں ہیں تمہیں بھی کیا معلوم

نیاز کا ہے یہ عالم کہ جب خدا نہ ملا
ہمیں پرستشِ بت بھی ہوئی بجا معلوم

پلا شراب کہ یہ کائناتِ ہفت رواق
وہ سلسلہ ہے نہیں جس کا مدعا معلوم

ظفؔر کے دام میں آنا نہ اے غزالِ حرم
ہزار شکل سے ہو مرد پارسا معلوم

○
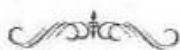
کھلا ہو جو درازیِ گیسوئے یار سے
وہ کیا ڈرے گا طولِ شب انتظار سے

آہستہ اے نسیم کہ یہ زندگی مری
ملتی ہوئی ہے شمعِ سرِ رہ گزار سے

○

ہر راز عیاں اس سے بہ اجمال ہوا ہے
ساغر مرا آئینۂ احوال ہوا ہے

کل رات جو گزرے ہیں گلستاں سے قدح خوار
سنتے ہیں بہاروں کا برا حال ہوا ہے

تقسیمِ مراتب کا یہ عالم ہے کہ مے خور
مے خانے سے اٹھا ہے تو ابدال ہوا ہے

آغوشِ بتاں کیا تھی کہ میخوارِ کہن سال
اک رات کی مدت میں جواں سال ہوا ہے

پیغامِ عروسانِ چمن ہے ورقِ گل
نامہ یہ مرے نام ہی ارسال ہوا ہے

دیوانہ ہوں کس کا کہ جو زنجیر کو میں نے
جھٹکا ہے تو آوازۂ خلخال ہوا ہے

تیرے لیے بدلا ہے نیا بھیس ظفرؔ نے
سنتے ہیں کہ شاعر سے وہ رمال ہوا ہے

○

حسرت دلِ مضطر کی نکلتی ہے کہاں
سانچے میں تجلی تری ڈھلتی ہے کہاں

کس کو ہے تری مدح سرائی کا دماغ
پُر زور ہوا میں شمع جلتی ہے کہاں

○

یارو غلط روی میں بھی اقرارِ دیں رہے
ہاتھوں میں زلف صورتِ حبل المتیں رہے

میری شبِ نشاط پہ ہو لطفِ ذوالجلال
میرے سبو پہ سایۂ روح الامیں رہے

تسبیح و حمدِ ربِ دو عالم کے ساتھ ساتھ
بازو حمائلِ بتِ ناز آفریں رہے

شوق اپنا مقتضی ہے کہ اک ہاتھ میں ہو جام
اور دوسرے میں پایۂ عرشِ بریں رہے

مے خانہ بھی تو مملکتِ جم سے کم نہیں
یارب یہ مملکت مرے زیرِ نگیں رہے

رندوں نے بڑھ کے پردۂ اسرار الٹ دیا
مردانِ ہوش محوِ چناں و چنیں رہے

وہ پردہ در ہیں رند کہ دیکھیں جو اک نظر
پردہ رہے نہ شاہدِ پردہ نشیں رہے

کھولے بغیر کھل نہ سکا اُس قبا کا راز
ہم دیر تک میانِ گمان و یقیں رہے

کوئی ہزار لات و مناتِ زمانہ ہو
لات و منات بھی تو سلامت نہیں رہے

واعظ کا مشورہ ہے کہ حمد وثنا کے ساتھ
بت بھی روایتوں کا تہِ آستیں رہے

یارب کبھی نہ طے ہو مری راہِ اشتیاق
جو بھی قدم اٹھے قدمِ اولیں رہے

عشقِ بتاں میں جو بھی کیا برملا کیا
ہم اس میں احتیاط کے قائل نہیں رہے

کل مے کدے میں ہم سرِ اسبابِ مے کشی
محوِ تجسسِ سببِ اولیں رہے

رو کے نہ رک سکے گی فغانِ غزل ظفؔر
سینے میں تا بہ کے نفسِ آتشیں رہے

○

دن کو بحر و بر کا سینہ چیر کر رکھ دیجئے
اور شب کو پائے گل رویاں پہ سر رکھ دیجئے

○
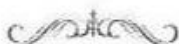
رندانہ مراسم بتِ چالاک سے رکھو
امیدِ کرم پھر شہِ لولاک سے رکھو

راتوں کو جھکا دو درِ جاناں پہ سر اپنا
اور صبح کو اونچا اسے افلاک سے رکھو

عرفاں ہے تو ذروں سے بناؤ مہ و کوکب
خورشید کی بنیاد کفِ خاک سے رکھو

ہر شور مرے چاک گریباں سے اٹھے گا
ہر حشر کی امید اسی چاک سے رکھو

رندو جو عجائب ہیں ابھی بطنِ زماں میں
ان کی بھی خبر جوہرِ ادراک سے رکھو

کیا سرمد و منصور نے پایا صلۂ حق
امید نہ کچھ عالمِ سفاک سے رکھو

پہنچاؤ ظفرؔ شہرِ ختن تک مرے اشعار
آگاہ غزالوں کو مری ڈاک سے رکھو

111

○

درپے ہے خرد کی شعلہ تابی اب تک
بنیادِ بشر میں ہے خرابی اب تک

عرفانِ خدا کجا کہ خود اپنے حضور
حاصل نہیں مجھ کو باریابی اب تک

○
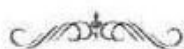
شب قصرِ ہفتمیں سے جو ردِ زُحل ہوا
ہم مے کشوں سے عقدِ عروسِ غزل ہوا

کھلتا نہ تھا کہ کیا ہے خمِ زلفِ دلبراں
کل رات ناگہاں یہ معما بھی حل ہوا

تکوینِ کائنات کا کوئی تو ہے سبب
شاید ترے جمال کا ردِ عمل ہوا

چھلکا ہی تھا سبو کہ شگوفے چٹک پڑے
ہنگامہء بہار بھی کیا برمحل ہوا

اُس پردہ دار کی نہ کسی سے اٹھی نقاب
دستِ نسیمِ صبح بھی اٹھا تو شل ہوا

کل شب مرے شعور میں اُس بت کا نقشِ ناز
ابھرا کچھ اس طرح سے کہ نقشِ ازل ہوا

کل شب کہ بے چراغ تھا ایوانِ آرزو
میرا سبو چراغ کا نعم البدل ہوا

کل رات رقص و رامشِ خوباں کے ساتھ ساتھ
رفتارِ مہر و ماہ میں رد و بدل ہوا

کل رات ناگہاں جو مجھے آ گیا جلال
میں جام اٹھا کے درپے سرِ ازل ہوا

113

مے خانے تک تو عشق کے جوہر میں آب تھی
نسبت جو مدرسے سے ہوئی مبتذل ہوا

شوقِ بتاں نہ پوچھ کہ کوثر کا سیلِ نور
چھلکا مرے سبو سے تو گنگا کا جل ہوا

میرا سبو بھی کیا ستم ایجاد ہے ظفرؔ
چھلکا ہی تھا کہ لشکرِ غم کو اجل ہوا

○

اے بوالہوسو یارِ پری زاد بھی ہوتا
کچھ شب میں مزاجِ شبِ بغداد بھی ہوتا

کب تک یہ سرا پردۂ ساغر سے اشارے
اے روحِ خرابات کچھ ارشاد بھی ہوتا

آواز تو دی موسمِ گُل نے درِ دل پر
لیکن کوئی اس کُنج میں آباد بھی ہوتا

سرمایۂ رندی تو ابد تک کے لیے ہے
یہ زہد نہیں ہے کہ جو برباد بھی ہوتا

○

ہم سرِ میخانہ جو فرما گئے
ہر صحیفے میں وہ الفاظ آ گئے

115

کس تکلف سے بچھائے اس نے دام
کس مزے سے ہم بھی دھوکا کھا گئے

اے زمانے پھر کوئی کروٹ کہ ہم
ایک ہی رفتار سے اکتا گئے

○

رات کو عالمِ مے خوار بھی کیا ہوتا ہے
ہاتھ میں جام نہیں عرشِ خدا ہوتا ہے

پرورش پاتی ہے میری تپشِ دل سے بہار
غنچہ میرے نفسِ گرم سے وا ہوتا ہے

کوئی آسان نہیں اُس زلفِ دوتا کی تالیف
یہ فریضہ بڑی مشکل سے ادا ہوتا ہے

لاجونتی

کہیں دریائے راوی کے کنارے
نہاتے تھے جہاں راتوں کو تارے

نشیبِ کوہ میں اک جھونپڑی تھی
جو خود رو لالہ زاروں میں کھڑی تھی

117

بڑھاپے کی مئے بے رنگ سے چور
وہاں رہتا تھا اک بے چارہ مزدور

نقاہت سے نہ تھا محنت کا یارا
اسے دو بیٹیوں کا تھا سہارا

بڑی ان دونوں میں سے تھی لاجونتی
مقابل میں جو شمشادوں کے تنتی

تھے اس کے حسن سے جنگل سہانے
دبے تھے پاؤں کے نیچے ترانے

سحر کی طرح جب وہ مسکراتی
شرارے سرخ پھولوں سے اڑاتی

جو اڑتی زلف اس کی پیچ در پیچ
نظر آتا خرامِ ابر بھی ہیچ

کہیں اس سے برس چھوٹی تھی رانی
شرابِ نور تھی اس کی جوانی

وہ اس کی حسن سے مخمور آنکھیں
وہ موٹی موٹی موتی چور آنکھیں

ندی اس کی اداؤں پر مچلتی
ہوا اس کا اشارہ پا کے چلتی

ذرا اس جھونپڑی سے دور ہٹ کر
کہیں اس خوش نما وادی کے اندر

جواں رہتا تھا اک رادھے سوامی
جوانی اور محبت کا پیامی

وہ جب اپنا پہاڑی ساز اٹھاتا
دلوں میں سوز کی شمعیں جلاتا

جوانی اس کی جب بربط پہ جھکتی
نوا سے بادلوں کی سانس رکتی

ہوا ہونٹوں کو اس کے چومتی تھی
شرابی ہو کے فطرت جھومتی تھی

گزرتی جب ادھر سے لاجونتی
کلیجے کو بجز تھامے نہ بنتی

محبت تھی اسے رادھے کی لے سے
وہ لے میٹھی تھی جو ہر اک شے سے

سمجھ کر عشق کا اس کو شوالا
بنا لاتی وہ اک پھولوں کی مالا

وہ مالا عشق جس کی بو سے جاگے
اٹھا کر ڈال دیتی اس کے آگے

مگر وہ بے خودی سے لو لگائے
نوا پرداز رہتا سر جھکائے

ادھر سے ہو کے رانی جب گزرتی
جوانی اس کے آگے رقص کرتی

جو رادھے دیکھتا رانی کو آتے
اسے وہ سرمدی سُر بھول جاتے

وہ تھا اس کی محبت کا بھکاری
جوانی کے شوالے کا پجاری

مگر رانی تھی اک بوئے پریدہ
محبت سے نہ تھی لذت چشیدہ

121

محبت جب گریباں چاک پھرتی
وہ آہو کی طرح بے باک پھرتی

غزل خواں اک برس آئی جو برسات
ہوئی رادھے کی رانی سے ملاقات

ندی میں دودھ تھا فطرت کا جاری
ہواؤں پر تھی بادل کی سواری

اسے اس طرح تنہائی میں پا کر
ہُوا بے باک عشقِ روح پرور

وہ مالا آج لاجو نے جو دی تھی
ابھی تک سامنے اس کے پڑی تھی

نیازِ عشق کا دے کر حوالا
اسے رادھے نے پہنا دی وہ مالا

جوانی نے محبت کو جگایا
چراغِ آرزوئے دل جلایا

وہ رانی تھی محبت سے جو عاری
ہوئے آنکھوں سے اس کے اشک جاری

وہ اب سمجھی کہ پروائی ہوائیں
حقیقت میں ہیں رادھے کی نوائیں

دیے جب جل اٹھے سب بستیوں میں
اٹھی وہ غرق ہو کر مستیوں میں

دوپٹہ ڈال کر سر پر بسنتی
کھڑی تھی راستے میں لاجونتی

پڑیں اس کی جو مالا پر نگاہیں
لبوں تک رہ گئیں آ آ کے آہیں

یہ مالا تھی بلائے ناگہانی
ہوئی سب منکشف اس پر کہانی

مصیبت سے کوئی کس طرح بھاگے
اندھیرا چھا گیا آنکھوں کے آگے

وہ بستی کے دیے کی مسکراہٹ
وہ جھونکوں کی ترانہ ریز آہٹ

وہ شب کی ناچتی پریوں کے سائے
وہ بادل بستیوں پر سر جھکائے

اسے سب یاد رادے کی دلاتے
تپیدہ حسرتوں کو خوں رلاتے

نظر آیا نہ جب کوئی ٹھکانہ
ہوئی دریائے راوی کو روانہ

اسے برسات نے جانے سے روکا
سہانے آبشاروں نے بھی ٹوکا

جوانی اس کے پیچھے پیچھے بھاگی
فضا شورِ قیامت سن کے جاگی

پہنچ کر دور راوی کے کنارے
شکستہ آرزوؤں کے سہارے

نئی اک زندگی کی ہو کے جویا
ہوئی اس طرح تنہائی میں گویا

مرے شاہد ہو تم اے دیوتاؤ
جوانی اور محبت کے خداؤ

قیامت عشق پر ڈھائی گئی ہے
جوانی میری ٹھکرائی گئی ہے

کہاں اب آرزوؤں کے ترانے
یہاں آئی ہوں بھینٹ اپنی چڑھانے

کہا یہ اور آنچل سر پہ ڈالے
ندی کے کر دیا خود کو حوالے

فضا کو آ گیا ٹھنڈا پسینہ
دھڑک اٹھا گلستانوں کا سینہ

ہوا نے اپنے میٹھے گیت چھوڑے
ندی نے آبلے سینے کے پھوڑے

گئی وہ عشق کے امرت کی پیاسی
نظر آنے لگی ہر سو اداسی

اسے اب دس برس ہونے کو آئے
زمانے نے کئی منظر دکھائے

بچارا دل شکستہ اور رنجور
کبھی کا مر چکا ہے بوڑھا مزدور

بیاہی بھی گئی رادھے سے رانی
ہوئی یکجا محبت اور جوانی

محبت میں ہیں دونوں اب بھی سچے
ہیں شاہد اس کے دو معصوم بچے

یہ بچے ہیں نہایت بھولے بھالے
حریمِ جنتِ فطرت کے پالے

کبھی راوی میں آتا ہے جو طوفاں
کہا کرتی ہے نارائن سے شاماں

صدا باہر جو پیدا ہو رہی ہے
یہ خالہ لاجونتی رو رہی ہے

رباعیات

☆

وارفتہ و بے خود ہوں میں تھامو مجھ کو
کھو جاؤں گا دنیا سے سنبھالو مجھ کو
دیوانہ بنانے مجھے آئی ہے بہار
ہر پھول سے تم جھانک رہے ہو مجھ کو

☆

دل میں جو ترا درد مکیں ہو جائے
دنیا مری فردوسِ بریں ہو جائے
ڈھل جائے جو سانچے میں محبت کے نظر
ہر چیز زمانے کی حسیں ہو جائے

☆

مَے تیری محبت کی پیئے پھرتے ہیں
دل دہر سے آزاد کیے پھرتے ہیں
سینے میں چراغِ تہِ داماں کی طرح
اک شعلۂ بے تاب لیے پھرتے ہیں

☆

ساون کی طرح ٹپک رہی ہیں بوندیں
پھولوں کی طرح چھلک رہی ہیں بوندیں
آ تیرے بغیر دل نہیں ہے بس میں
پلکوں میں اٹک رہی ہیں بوندیں

یہ کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن کی درج ذیل بک شاپس پر دستیاب ہے

- اسلام آباد: 6۔ ماؤ ایریا، تعلیمی چوک، G-8/4، اسلام آباد فون: 051-9261125
  - این بی ایف کلب بک شاپ، اسلام آباد کلب، اسلام آباد فون: 051-9046242-8447242
- راولپنڈی: ریلوے بک سٹال: پلیٹ فارم نمبر 3، ریلوے سٹیشن، راولپنڈی کینٹ فون: 0333-5756891
- لاہور: لوئر گراؤنڈ فلور، بلڈنگ نمبر 1، ایوان اقبال کمپلیکس، ایجرٹن روڈ، لاہور فون: 042-99203863 فیکس نمبر: 042-99203866
  - ٹریولرز بک کلب/شاپ: علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئرپورٹ، لاہور فون: 042-37740961
  - ریلوے بک سٹال: پلیٹ فارم نمبر 2، ریلوے سٹیشن، لاہور فون: 0321-4376490
- واہ کینٹ: این بی ایف بک شاپ، سنٹرل لائبریری عمارت واہ کینٹ (Premises) فون: 051-9314004
- فیصل آباد: شاپ نمبر 10، ہاشمی ہال شاپنگ سنٹر، زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد فون: 041-2648179
- ملتان: شاپ نمبر 6-5-4، ایم۔ ڈی۔ اے روڈ، نزد آرٹ کونسل، ملتان فون: 061-9201281
  - ریلوے بک سٹال: پلیٹ فارم نمبر 3، ریلوے سٹیشن، ملتان کینٹ فون: 0301-7556886
- پشاور: پلاٹ نمبر 37-36، سیکٹر B-2، فیز 5، حیات آباد، پشاور فون: 091-9217273 فیکس نمبر: 091-9217273
- ایبٹ آباد: فرسٹ فلور، پبلک لائبریری، جلال بابا آڈیٹوریم، ایبٹ آباد فون: 0992-9310291
- ڈیرہ اسمٰعیل خان: این بی ایف بک شاپ، گورنمنٹ اسلامیہ ہائر سیکنڈری سکول نمبر 2، سرکلر روڈ ڈی آئی خان فون: 0336-7221016
- بنوں: این بی ایف بک شاپ، نیئر بنوں پریس کلب، پرتھمی گیٹ، بنوں فون: 0333-9765617-0346-9155018
- کراچی: این بی ایف، بریل کمپلیکس بلڈنگ، نزد پی ٹی وی اسٹیشن، سٹیڈیم روڈ کراچی فون: 021-99231762 فیکس نمبر: 021-99231089
  - ٹریولرز بک کلب/شاپ: ڈومیسٹک ڈیپارچر لاؤنج، جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ، کراچی فون: 021-99248432
  - ریلوے بک سٹال: پلیٹ فارم نمبر 1، کینٹ ریلوے سٹیشن، کراچی فون: 0300-9254426
- سکھر: پبلک لائبریری، اولڈ سکھر فون: 071-9310892
- روہڑی: ریلوے بک سٹال: پلیٹ فارم نمبر 4-3، ریلوے سٹیشن، روہڑی فون: 0307-2952608
- حیدر آباد: این بی ایف بک شاپ، اولڈ کیمپس، گاڑی کھاتہ، حیدر آباد فون: 022-9200251 0347-3201467
- خیر پور: این بی ایف بک شاپ، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور فون: 0304-3762791
- لاڑکانہ: این بی ایف بک شاپ، شہید محترمہ بے نظیر بھٹو میڈیکل یونیورسٹی، لاڑکانہ فون: 074-9410229
- جیکب آباد: این بی ایف بک شاپ، ریڈ کریسنٹ بلڈنگ ڈی سی چوک، قائد اعظم روڈ، جیکب آباد فون: 0722-650817
- کوئٹہ: مکان نمبر 3-9/9، ناتھا سنگھ سٹریٹ، کوئٹہ فون: 081-9201570 فیکس: 081-9201869

نیشنل بک فاؤنڈیشن

6۔ ماؤ ایریا، تعلیمی چوک، G-8/4، پوسٹ بکس نمبر 1169، اسلام آباد
فون: 9261125، 051-2255572 فیکس نمبر: 051-2264283
ای میل: books@nbf.org.pk ویب سائٹ: www.nbf.org.pk

رنگِ سخن
6
عکسِ جمالِ یار بھی کیا تھا کہ دیر تک
آئینے قمریوں کی طرح بولتے رہے
BOOKS GIVE US WINGS
NATIONAL BOOK FOUNDATION
Price: Rs100/-